شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد
رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

اگست 2009ء / شعبان، رمضان ۱۴۳۰ھ   شمارہ نمبر 3, 4   جلد نمبر 1   رجسٹرڈ نمبر R-123

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی	(چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی	(لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری	(پیر جوگوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد	(راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکارپور)

ترتیب عنوانات

سلسلہ نمبر ۸

درسِ قرآن.............افادات: خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ 2
درسِ حدیث.........رمضان کی اہمیت پر رسول اللہ ﷺ کا اہم خطاب 2
اداریہ.............................مدیر اعلیٰ 3
خطبہ جمعۃ المبارک.....................مفتی عبدالخالق آزاد 4
رفتارِ کار...............................عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ 5
روحانی تربیتی اجتماع.................رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ، 2009ء 7
احکام و مسائل رمضان المبارک....................مفتی عبدالخالق آزاد 8

ماہنامہ ''رحیمیہ'' کی ممبر شپ

قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے   سالانہ ممبر شپ فیس: مبلغ 150 روپے

سالانہ ممبر شپ کے لئے ترسیل زر کا پتہ: ''ناظم دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور''۔ تمام ممبران کو رسالہ براہ راست ڈاک کے ذریعہ سے ارسال کیا جاتا ہے، اس لئے اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ماہنامہ ''رحیمیہ'' ہر مہینہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں مہینہ کی 10 تاریخ کے بعد رابطہ کریں۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

برائے رابطہ
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
فون: 0092-42-6307714/6369089
Web:www.rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ

روزہ کی فرضیت

یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ ''مسلمانو! تم پر روزے ایسے ہی فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۳)

''صوم'' (روزہ) کے معنی لغت میں مطلق امساک کے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو حکم دیا کہ اگر تمہاری قوم کے لوگ تمہارے پاس آئیں، اور بات چیت کرنے کے آرزومند ہوں تو یہ جواب دینا: اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (۱۹: ۲۷) یعنی میں نے آج کلام نہ کرنے کا روزہ رکھا ہے، مگر شریعت نے اس لفظ ''صوم'' کو بھی مخصوص معنی میں استعمال کیا ہے، یعنی: اَلصَّوْمُ فِی الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِمْسَاكِ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ فِیْ وَقْتٍ مَخْصُوْصٍ وَهُوَ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ مَعَ النِّيَّةِ (طلوع فجر سے غروب آفتاب تک طعام و شراب اور لذتِ جماع سے پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے)۔

دنیا کی ہر قوم میں روزہ رکھنے کا دستور ہے، عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے پنجۂ قہر و استبداد سے نجات ملی تو یہودیوں نے اس دن کا روزہ رکھنا شروع کر دیا، عیسائیوں میں روزہ رکھنے کا قانون تھا، مگر انہوں نے کفارہ کی آڑ پکڑی، اور تمام اعمالِ صالحہ سے الگ ہو گئے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزہ کی حقیقت اور اس کے فلسفہ کو واضح کیا کہ اس سے صحت و تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے، غریب لوگوں کی حالت سے اُمراء (مال دار) عملی طور پر بے خبر ہوتے ہیں، شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو ترقی ہوتی ہے، قوائے ملکیہ میں قوت، اور حیوانی خواہشوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم و استوار ہوتی ہے، گرمی کا موسم ہے، سخت پیاس لگ رہی ہے، تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی رکھا ہے، مگر نہیں پیتا، روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے، بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے، کھانا موجود ہے، دیکھنے والا کوئی نہیں، مگر نہیں کھاتا، دل پسند بیوی پاس بیٹھی ہے، محبت کے جذبات دونوں میں موجزن ہیں لیکن وہ اس سے احتراز کرتا ہے، اس لئے کہ خدا کے حکم کی عزت و حرمت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے، اب کوئی دوسری قوت اس پر غالب نہیں آسکتی، اور جب اس نے خدا کے حکم سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات کو چھوڑنے کا اپنے آپ کو عادی بنا لیا ہے، تو حرام، ناجائز اور مکروہ عادتوں کے چھوڑنے میں اسے کوئی دقت محسوس نہ ہوگی، یہی وہ اخلاقی پاکیزگی ہے، جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا شریعت کا مقصودِ اصلی ہے۔

حدیث میں آتا ہے: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (اگر ایک روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا اور فضول کاموں کو نہیں چھوڑتا تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی پرواہ نہیں)۔ دوسری حدیث میں آتا ہے: اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ (جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بے ہودہ لفظ زبان سے نکالے اور نہ شور و شغب کرے، اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں، گالی دینا اور جھگڑنا مجھے شایانِ شان نہیں)۔

تقویٰ و طہارت، ورع و پاکیزگی اور توبہ و انابت الی اللہ کا ذریعہ یہی روزہ ہے، عزم و استقلال، صبر و تحمل اور ثبات قدم اسی سے پیدا ہوتا ہے، جنگ میں کامیابی کا ذمہ دار یہی ہے، اور اسی لئے ہمراہانِ طالوت چلتے چلتے نہر کے کنارہ پر رہ گئے، کیوں کہ انہیں روزہ کی عادت نہ تھی، سفر کی تکالیف، بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت نہ کر سکے، اور اس لئے طالوت نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

درسِ حدیث

تشریح: مفتی عبدالخالق آزاد

رمضان المبارک کی اہمیت پر رسول اللہ ﷺ کا ایک اہم خطاب

آنحضرت ﷺ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ رمضان کی تیاری ایک ماہ پہلے ہی شروع فرما دیتے تھے۔ ماہِ شعبان سے ہی رمضان المبارک کے لئے تیاری شروع ہو جاتی تھی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے شعبان کے آخری دن صحابہ کرامؓ کے سامنے رمضان المبارک کے حوالہ سے ایک اہم خطاب فرمایا، حضرت سلمان فارسیؓ روایت فرماتے ہیں:

خطبنا رسول اللہ ﷺ فی آخر یوم من شعبان ''آپ ﷺ نے ماہِ شعبان کے آخری دن ہم سے خطاب فرمایا''۔ اس خطاب میں آپ ﷺ نے رمضان المبارک کی اہمیت اور اس کی فضیلت کے حوالہ سے بہت سی اہم اور بنیادی باتیں ارشاد فرمائیں اور اس ماہِ مبارک میں سرانجام دیئے جانے والے اہم امور کی نشاندہی فرمائی، یہ خطاب اس حوالہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک مسلمان رمضان المبارک کے اس اہم مہینہ کو کس طرح گزارے۔ اس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

(۱) عظمت والا مہینہ: حضور اقدس نے رمضان المبارک کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے سب سے پہلی بات ارشاد فرمائی: یَا اَیُّہَا النَّاسُ! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ۔ ''اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے''۔ سال کے بارہ مہینوں میں ماہ رمضان المبارک ایک عظمت والا ماہ مبارک ہے۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو دیگر مہینوں کے مقابلہ میں بڑا پُرعظمت ہے، اور جلیل القدر شان رکھتا ہے، اس کی عظمت ان تاثیرات کی وجہ سے ہے، جن کا نزول اس ماہِ مبارک میں ہوتا ہے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''بعض اوقات و ایام ایسے ہوتے ہیں، جن میں عالم ملکوت کی روحانیت اس عالمِ ارضی میں خاص طور پر نازل ہوتی ہے، اور تجلیاتِ الٰہیہ براہ راست انسانیت کی طرف متوجہ ہوتی ہیں''۔ اسی تناظر میں آپ ﷺ نے اس ماہ مبارک کو ''ایک عظیم مہینہ'' سے تعبیر فرمایا، اور صحابہ کرامؓ کو اس کی آمد کی خوشخبری دی۔ اور اس کے استقبال کا حکم فرمایا۔

(۲) برکت والا مہینہ: رمضان المبارک کی دوسری خصوصیت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی: شَهْرٌ مُّبَارَکٌ ''یہ ایک برکت والا مہینہ ہے''۔ اس ماہ مبارک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ برکت والا مہینہ ہے، یعنی اس مہینہ میں کئے جانے والے اعمال کے اجر میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح مناسب موسم میں فصل کی نشوونما اور بڑھوتری کئی گنا بڑھ جاتی ہے، اسی طرح مجاہدہ کے نتیجہ میں ملاءِ اعلیٰ سے تعلق اور وہاں سے نازل ہونے والی تجلیات اور صحیح فکر و عمل کے ادراک سے برکاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''برکت'' کی حقیقت یہ بیان فرمائی ہے: ''کسی چیز میں برکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سبب سے ملاءِ اعلیٰ کی دعائیں اور توجہات حاصل ہوں اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہوتا ہے۔ نیز جب وہ بندہ کے مزاج کا حصہ بن جائے تو مادی اسباب میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں''۔ اس مہینہ کی عظمت اور برکت کے حوالہ سے یہ بات کافی ہے کہ اس ماہ مبارک میں قرآن حکیم ایسی عظیم کتاب نازل ہوئی جو رہتی دنیا تک انسانی معاشروں کی تشکیل کے لئے ایک جامع فکر و عمل واضح کرتی ہے اور دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کا سچا راستہ اور نظریہ بتلاتی ہے۔

(۳) ماہِ رمضان المبارک کے جلیل القدر اوقات: اس مہینہ کی تیسری خصوصیت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اس ماہ مبارک کے تمام اوقات (دن اور رات) انتہائی جلیل القدر اور اہمیت کے حامل ہیں، جن کی تفصیل میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: شَهْرٌ فِيْهِ: (یہ ایک ایسا مہینہ ہے، جس میں)

الف: لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ (ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے)

ب: جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً۔ (اس ماہ مبارک کے دنوں میں اللہ نے روزہ رکھنا فرض کیا ہے)

(بقیہ درسِ حدیث: صفحہ نمبر 6 پر ملاحظہ فرمائیں)

یومِ آزادی اور قومی وملی تقاضے

اگست کا مہینہ برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی اقوام کے لئے اس حوالہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس ماہ میں اس خطہ میں بسنے والی اقوام کو دوسو سال کی غلامی کے بعد آزادی حاصل ہوئی۔ اور وہ قربانیاں رنگ لائیں، جو آزادی وحریت کے لئے اس خطہ کے پُرعزم اور حوصلہ مند لوگوں نے بڑی سرفروشی سے دی تھیں۔ 1757ء میں بنگال پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط سے لے کر اگست 1947ء تک کے اس دوسوسالہ عرصہ میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش پر انگریز سامراج کے غلامانہ دور نے بڑے مظالم ڈھائے، سامراج نے اس خطہ میں بسنے والی اقوام کی آزادی سلب کرنے کے ساتھ ظلم و جبر اور استبداد کا ایسا ظالمانہ نظام قائم کیا، جس کی نظیر نہیں ملتی، اس سامراجی تسلط کے نتیجہ میں خطہ میں فرقہ واریت، فکری انتشار، سماجی خلفشار، معاشی استحصال اور سیاسی طور پر بدامنی اور خوف کی فضا پیدا ہوئی۔ غلامی کے دوسوسالہ دور نے برعظیم ہندوستان اور اس پر مبنی شاندار تہذیب کو تباہ کرنے، اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، اس کی زراعت، تجارت اور صنعت کو برباد کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ غلامانہ رویوں کی اساس پر ایسی جماعتوں اور گروہوں کی تشکیل کی، جو بنیادی طور پر اس خطہ سے وابستگی اور اس کے مسائل کے حل کی سوچ نہیں رکھتی تھیں۔ بلکہ سامراجی مفادات کے لئے آلہ کاری کا کردار ادا کرتی تھیں۔ غلامی، قوموں کے لئے بڑا عذاب ہوتا ہے، یہ نہ صرف افراد کے اخلاقی اعزاز و وقار کو ختم کرتی ہے، بلکہ سماجی اقدار تباہ کر کے انسانیت دشمن رویوں کو فروغ دیتی ہے۔ غلام قوم کا کوئی عقیدہ اور نظریہ نہیں ہوتا، غلام قوم قومی خودمختاری پر مبنی اپنے سیاسی مفادات کی حفاظت سے قاصر ہوتی ہے، غلام قوم کے اقتصادی وسائل دوسروں کی لوٹ کھسوٹ کے لئے خوان یغما کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اپنے وسائل سے خود استفادہ کے قومی حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے زندہ قوموں میں غلامی کے خلاف نفرت اور آزادی وحریت کے لئے قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، آزادی وحریت کا یہی جذبہ قوموں کو غلامی سے نجات دلانے اور آزاد قوموں میں شامل کرنے کے لئے بنیاد کا کام دیتا ہے، بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والی اقوام نے بڑی سرفروشی کے ساتھ آزادی کے حصول کے لئے لڑی جانے والی جنگ میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے، یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ جس خطہ میں بہت سی نسلیں، بہت سے مذاہب، بہت سی زبانیں بولی جاتی ہوں اور سینکڑوں تہذیبی شناختیں موجود ہوں، اس میں بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب آزادی وحریت کے لئے باہم مل کر جدوجہد کرنا، اور قومی آزادی کے لئے قربانیاں دینا اپنے اندر ایک عظمت رکھتا ہے، دنیا میں یہ تو دیکھا گیا ہے کہ ایک نسل غلام ہوئی، تو ان لوگوں نے نسلی اتحاد کی بنا پر آزادی کی جنگ لڑی، لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں کثیر القومی، کثیر النسلی، کثیر المذاہب اور مختلف تہذیبوں کا اجتماع ہو، متحد ہو کر جنگ آزادی لڑی ہو، اس کی مثال سوائے برصغیر کے کہیں اور ملنا مشکل ہے، 1757ء سے 1799ء تک جنوبی ہندوستان میں لڑی جانے والی جنگ آزادی ہو یا 1831ء میں معرکہ بالاکوٹ کی شکل میں شمالی ہندوستان میں جہادِ آزادی کا مرحلہ ہو، یا پھر 1857ء میں شمالی وجنوبی ہندوستان ہی نہیں بلکہ مشرق ومغرب، شمال و جنوب، پورے برعظیم میں لڑی جانے والی قومی سطح کی پہلی جنگ آزادی ہو، انگریز سامراج کے تسلط کے ایک سو سال کے اندر برصغیر کے اجتماعی ضمیر نے اقوامِ عالم پر واضح کر دیا کہ ہم اس خطہ کے باسی قطعی طور پر غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم بلاتفریق رنگ ونسل اور مذہب، آزادی وحریت حاصل کر کے رہیں گے۔ بظاہر 1857ء کی جدوجہد ناکام ہوتی ہے، لیکن اس کے نتیجہ میں ایک بات اقوامِ عالم پر ضرور واضح ہوگئی کہ ہندوستان پر انگریز کا قبضہ غاصبانہ ہے، اور اس کے خلاف جدوجہد برابر جاری رہے گی۔ چنانچہ اگلے نوے سال اس خطہ کی اقوام نے آزادی کی جدوجہد کو ایک نیا رنگ دیا، اس عرصہ میں عدمِ تشدد کے اصول پر قومی جدوجہد آزادی کے رہنما ادارے، جماعتیں اور منظّم تحریکات کی داغ بیل ڈالی گئی، تاکہ آزادی کی تحریک کو نئے خطوط پر استوار کیا جا سکے۔ ان جماعتوں، اداروں اور تحریکات نے آزادی وحریت کے لئے ایسی لازوال قربانیاں دی ہیں کہ رہتی دنیا تک وہ مظلوم اور غلام اقوام کے لئے آزادی کے حصول کا بہترین راستہ بتلانے میں نشانِ راہ کے طور پر کام کرتی رہیں گی۔ آزادی چاہنے والی اقوام نے برعظیم پاک و ہند کی حریت پسند قومی جماعتوں کے کردار سے یقیناً رہنمائی حاصل کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس خطہ کی قومی آزادی کی تحریک نے، جنوبی افریقہ، الجزائر اور وسطِ ایشیا کے ممالک کے لئے آزادی کے حصول کی تحریکات کو منظّم کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے، جس کا مطالعہ عقل وشعور کی بنیاد پر تاریخ کا جائزہ لینے والوں کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں 14 اگست 1947ء غلامی کے آخری دن کی حیثیت سے برصغیر کی اقوام میں اپنی ایک شناخت رکھتا ہے۔ چودہ و پندرہ اگست 1947ء کی درمیانی رات کو برصغیر پاک و ہند کی آزادی کا اعلان ہوتا ہے، اور پندرہ اگست کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس خطہ کے باسی آزادی کی سہانی صبح میں آنکھ کھولتے ہیں، دوسوسالہ جدوجہد کا ثمرہ ان کے سامنے ہوتا ہے۔ وہ خطہ کی تعمیرنو کے جذبہ سے سرشار ایک نئے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ آج اگست 2009ء جب کہ اس خطہ کی اقوام آزادی کے 63ویں سال میں داخل ہو رہی ہیں، انہیں سوچنا ہے کہ گزشتہ 62 سالوں میں غلامانہ نظام سے نجات حاصل کرنے اور قومی اُمنگوں اور ملی تقاضوں کے مطابق اپنے ملک اور اس خطہ کی تعمیر وتشکیل میں وہ کس حد تک کامیاب ہوئی ہیں؟ یہ سوال اس حوالہ سے بھی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ ہمارے گردوپیش میں موجود سیاسی، معاشی اور نظریاتی حوالہ سے گھمبیر صورتحال یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ہم غفلت کی زندگی سے نکلیں، اور پوری ہمت وشعور کے ساتھ آزاد قوموں کی صف میں شامل ہونے کے لئے تگ ودو کریں۔

آج خطہ کی اقوام کو یہ سوچنا ہے کہ کیا انہوں نے غلامی کے دور کی فرقہ وارانہ، طبقاتی، اور گروہی سوچ سے نجات حاصل کر لی ہے؟ اور انسانی بنیادوں پر قومی معاملات کو سوچنے اور ملکی وعلاقائی تقاضوں کو سمجھنے کی استعداد حاصل کر لی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے اسی وقت ترقی کرتے ہیں، جب انسانی مسائل و مشکلات کو انسانی بنیادوں پر سوچا اور سمجھا جائے نہ کہ طبقاتی اور گروہی بنیادوں پر، جس معاشرہ میں طبقاتی، گروہی اور انفرادی مفادات کی اساس پر انسانی مسائل کے بارہ میں سوچ اور فکر رکھی جائے وہ معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں، انسانی نفع کا نظریۂ انسانیت رکھنے سے ہی قومیں ترقی کرتی ہیں۔ اسی طرح آج خطہ کی اقوام کو یہ بھی سوچنا ہے کہ کیا انہوں نے خطہ میں ایسا جدید مستحکم سیاسی نظام قائم کر لیا ہے، جو مضبوط بنیادوں پر استوار ہو، اور اپنی جغرافیائی حدود میں بسنے والے انسانوں کو داخلی دشمنوں، دہشت گردوں، چوروں، لٹیروں اور استحصال کرنے والے طبقات سے بچانے کی اہلیت رکھتا ہو، اور بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب امن مہیا کرنے اور جان و مال کا تحفظ فراہم کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو، اور اسی طرح یہ مستحکم سیاسی نظام خارجی دشمنوں اور سامراجی ممالک کی دستبرد سے نجات دلانے کا باعث اور بین الاقوامی برادری میں عزت وافتخار اور وقار کی علامت سمجھا جاتا ہو۔ ایسا غیر مستحکم سیاسی نظام جو علاقائی ممالک کے لئے خطرہ ہو، اور سامراجی مفادات کا اسیر ہو، وہ کس طرح انسانی برادری میں باوقار حیثیت کا مالک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح آج اس موقع پر خطہ کی اقوام کو یہ بھی سوچنا ہے کہ کیا انہوں نے اپنے قومی تقاضوں اور ملی اُمنگوں کے مطابق اپنا معاشی نظام قائم کر لیا ہے، جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو، پیدائش دولت کی فراوانی کا باعث ہو، وسائل کی تقسیم غیر طبقاتی اور منصفانہ بنیادوں پر کرتا ہو، اور اس کی تجارت و تبادلہ کا نظام نیز قومی وسائل کے صَرف واستعمالات کا نظام حقیقت پسندانہ اور غیر تعیش پسندانہ اور غیر مسرفانہ ہو، کیوں کہ جن ممالک کا معاشی نظام ان بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، وہ کبھی ترقی کے راستوں پر گامزن نہیں ہوتے، آج سماجی تشکیل کے ان تینوں دائروں یعنی نظریہ انسانیت پر مبنی فکر وفلسفہ، امن وامان اور جان ومال کے تحفظ پر مبنی مستحکم سیاسی نظام، عدل وانصاف پر مبنی معاشی نظام سے ہی آزادی کے حقیقی ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں: ؎ گر یہ نہیں تو بابا سب کہانیاں ہیں (مدیر اعلیٰ)

خطبہ جمعۃ المبارک

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(مؤرخہ: 24 اپریل 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً"، "وَمَن يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ". صدق اللہ العظیم، معزز دوستو! دنیا اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں، اس کا شعور پیدا کریں۔ آج ہمارے معاشرے میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہم صرف رسمی طور پر مسلمان ہیں۔ ظاہری طور پر دعویٰ تو کرتے ہیں اسلام کا، دین کا لیکن اسلام کی سچی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے اور ان کے مطابق اپنے اخلاق اور رویّہ بنانے کے لئے کوئی حکمت عملی اور جدوجہد اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اب دین اسلام میں جتنی بھی عبادات ہیں، وہ دراصل انسان کے اخلاق کو درست کرنے کے لئے ہیں۔ اعلیٰ تربیت کے لئے ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور اسی طرح کے دیگر فرائض اور واجبات دراصل ہماری زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ ہماری زندگی کو درست خطوط پر استوار کرنے کے لئے ہیں۔ اگر ہماری زندگی درست خطوط پر استوار نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اعمال جو ہم کر رہے ہیں، وہ ایک رسم ہے، مثال کے طور پر حج اور عمرے کو دیکھ لیں کہ یہ ایک عبادت ہے، اس عبادت کو سرانجام دینے کے مقاصد اور اہداف کیا ہیں، کتابِ مقدس قرآن حکیم نے اس عبادت کو فرض کیا اور جو لوگ صاحبِ استطاعت ہیں، ان پر لازمی قرار دیا کہ وہ حج بیت اللہ یا عمرہ کی سعادت حاصل کریں۔ یہ شعائر اللہ جن کی عظمت، محبت اور بڑائی کا دل کی گہرائی میں پیدا ہونا کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اگر دل سے ان کی عظمت اور بڑائی نکل جائے تو پورا نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے۔ قرآن حکیم کی واضح آیت "وَمَن يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" کہ جو لوگ شعائر اللہ کی عظمت کا خیال کرتے ہیں، یہ عمل درحقیقت دلوں کا تقویٰ ہے اور شعائر اللہ میں کتاب اللہ، رسول اللہ، بیت اللہ اور نماز شامل ہیں۔ قرآن حکیم نے بیان فرمایا کہ بیت اللہ میں بہت ساری نشانیاں ہیں، اور سب سے اہم ترین نشانی مقامِ ابراہیم ہے، جو کہ حضرت ابراہیم کے اخلاق اور کردار اور ان کی جدوجہد کی یاد تازہ کراتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ اولوالعزم نبی ہیں، جنھوں نے دنیا میں بین الاقوامی سطح کا انقلاب برپا کرنے اور انسانیت کی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے، ایک مکمل نظام، انسانیت کے سامنے رکھا۔ اس سے بڑا اور کیا مقام ہو سکتا ہے کہ امامِ انسانیت کا مقام تو خود اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے کہ "میں نے آپ کو انسانیت کا امام مقرر کر دیا ہے"۔ اب امامِ انسانیت کا کام یہ ہے کہ انسانیت کی ترقی کے قوانین کی نشاندہی کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں یہ واضح کیا کہ انسانوں، خاندانوں، قوموں کے درمیان سیاسی، سماجی اور معاشرتی تعلقات و معاملات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے، اسی طرح حکمران اور عوام کے درمیان تعلقات کی نوعیت کس نہج پر ہونی چاہئے، حکمرانوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اور عوام کے ذمہ حقوق و فرائض کیا ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک آدمی ذمہ دار ہے اور ہر آدمی سے اس کے دائرہ کار سے متعلق سوال کیا جائے گا"۔ ایک آدمی دکان چلاتا ہے تو وہ دکان کا حکمران اور ذمہ دار ہے، اس کے ماتحت کام کرنے والے لوگوں کے متعلق اس کو جواب دینا ہوگا۔ اسی طرح ایک کاروبار کا ذمہ دار ہے، ایک آدمی خاندان کا ذمہ دار ہے، اس نے خاندانی اُمور کے متعلق جواب دینا ہوگا۔ حتیٰ کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ گھر میں عورت بھی سربراہ ہے، اس کی ذمہ داری میں بچے اور گھر کے دیگر اُمور ہیں، وہ عورت ان اُمور میں جوابدہ ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے حوالہ سے جو مقاصد اور اہداف متعین کئے ہیں، ان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم نے حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے نظریہ اور اس کے راستے کو لازم پکڑنا ضروری ہے: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً (یکسو ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کرو) جو انسان بیت اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ تحریک حنیفیت اور اس کے مقاصد کو لازم پکڑے اور ان مقاصد کی تکمیل جو حضور نے فرمائی اس کو سمجھنا بھی بڑا ضروری ہے۔ اب اگر حج اور عمرہ کا مقصد حاصل نہ ہوا، یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بیان کردہ اصول و قوانین کا شعور و ادراک اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہوا اور تحریک حنیفیت سے واقفیت نہ پیدا ہوئی، جس کی تکمیل عملاً حضور نے فرمائی تو یہ عمل ایک رسم بن جائے گا، کہ سات چکر بیت اللہ کے لگا لئے اور طواف ہو گیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سات دفعہ چکر لگا لئے اور سعی مکمل ہو گئی۔ آپ دیکھیں کہ سعی اور طواف کے عمل کا ایک مقصد ہے کہ حضرت ہاجرہ کے دل سے انسانیت کی ہمدردی کا شعور ظاہر ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تحریک حنیفیت کا نمائندہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے کہ اگر پانی نہیں ملتا تو ان کی زندگی ختم ہو سکتی ہے، تو وہ خاتون انسانی ہمدردی کے اعلیٰ جذبوں کے ساتھ پریشان ہو کر دوڑ رہی ہیں، یہ اتنی اونچی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حج اور عمرہ کرنے والے تمام انسانوں پر لازم قرار دے دیا۔ یہ صرف ایک بچے کا واقعہ اور قصہ نہیں بلکہ یہ ایک تحریک کا حصہ ہے، اور انسانیت کے لئے قربانی دینے والے انسان کی بات ہے۔ اور تحریکات میں یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے کہ تحریک کو بحقِ انسانیت متعارف کرانے والے انسانوں کی زندگیاں اور ان کا طریقہ کار بعد میں آنے والوں کے لئے اُسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفیائے کرام کے ہاں یہ بات لازمی ہے کہ جب تک دل صاف نہ ہو، اس کی تربیت نہ ہو، اس وقت تک نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے طواف کیا، لیکن کس ہمت کے ساتھ، کس محبت و عظمت کے ساتھ، کس عقل و شعور کے ساتھ، یہ ہمارے پیش نظر ہونا چاہئے تاکہ طواف کے نتائج پورے طور پر نکلیں۔ مکہ میں ابو جہل کی حکمرانی ہے، اس کا غلبہ ہے بلکہ بیت اللہ کا متولی اور سردار ہے، حج کے سارے مناسک اداء کرتا ہے، حاجیوں کو پانی پلاتا ہے اور حاجیوں کی بڑی خدمت کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ مذہبی حوالہ سے تمام عبادات بیت اللہ میں ابو جہل اور اس کی جماعت سرانجام دے رہی ہے، دوسری طرف حضور پر وحی آتی ہے، اور وہ تقاضہ کرتی ہے کہ ان لوگوں کے تمام مذہبی اعمال ایک رسم ہیں، بے روح ہیں، کیوں کہ ان تمام اعمال کے کرنے کے باوجود ابو جہل کے دل میں یتیم اور بے سہارا انسانوں کے حقوق اداء کرنے کا کوئی جذبہ نہیں ہے۔ فَذَالِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيْمَ، وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ. قرآن کہتا ہے "فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ" ایسے نمازی اور عبادت گزار ہلاک ہونے والے ہیں، کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، لیکن خدمت انسانیت کا جذبہ نہیں رکھتے اگر غریب لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا کوئی نظام نہیں ہے، تو نماز وغیرہ کا کیا اثر ہوا، مقدس ترین جگہ پر مقدس ترین عمل کرنے کے باوجود کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ معاشرے میں طاغوتی نظام اور ظلم کا نظام قائم کیا ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آج ہم یہ حج و عمرہ کا عمل کثرت سے کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو ہر سال کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اب جس مقدس ترین عمل نے مکہ والوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی، کوئی جذبہ پیدا نہیں کیا، تو قرآن حکیم نے حکم دیا کہ قریش کے خلاف لڑائی کرو، ان کی طاقت کو شکست دو، ان کی مذہبی اجارہ داری کو توڑ دو، بے شک یہ نمازیں پڑھتے ہیں، طواف کرتے ہیں، لیکن بداخلاق ہیں، حضرت ہاجرہ کا رویہ ان کے اندر پیدا نہیں ہوا، ان میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرح انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محض نقل اُتارنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پورے جزیرۃ العرب سے ان کو نکال دو! یہ قرآن کا حکم ہے، یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو مسجد حرام میں رہنے کی اجازت دی جائے، بداخلاق

انسانوں کا نظام تو پورے معاشرے کو یرغمال بنالیتا ہے۔آپ بتائیں کہ اگر آج ہمارا طواف ہماری زندگی میں تبدیلی نہیں لاتا، تحریک حنیفیت کا شعور پیدا نہیں کرتا، انسانیت کی خدمت کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا، جو بداخلاقی کے رویّے ابوجہل اور اس کی پارٹی میں موجود تھے، آج بھی حکمرانوں کے اندر وہی رویّے موجود ہوں تو حج وعمرہ کے مکمل نتائج کیسے نکلیں گے۔قرآن نے کہا کہ حاجیوں کی خدمت کا اچھا انتظام کر دینا اور بیت اللہ کی نئی تعمیر کر دینا، اس کی زیادہ سے زیادہ توسیع کر دینا، کیا تم نے اپنے اس عمل کو ان لوگوں کے عمل کے برابر کر لیا ہے، جو کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، ان کی تعلیمات کو غالب کرنے کی جدوجہد کی، یہ دونوں عمل برابر نہیں ہو سکتے، تمہاری سوچ غلط ہے۔آج پورے جزیرۃ العرب پر امریکی تسلط ہے، وہاں تیل کے ذخائر اس کے کنٹرول میں ہیں، وہاں کی سرزمین دنیا میں ظلم پیدا کرنے کا ذریعہ بن رہی ہے، عراق کو تباہ کرنے کے لئے سعودی عرب کے اڈے استعمال ہوئے ہیں، دنیا میں قومی تحریکات کو کچلنا ہو تو یہ اس کا مرکز بنے، لوگوں کو بیوقوف بنا کر انسانیت دشمنی کا کردار اداء کرنا ہو، تو یہ سب سے آگے، اب کیا رسمی عمل سرانجام دینا، اس بات کے لئے کافی ہے کہ دین کی بنیادی ذمہ داریوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔آج دنیا کے ساٹھ ممالک کے مسلمان یہاں جمع ہوتے ہیں، حکمران جمع ہوتے ہیں، اس کے باوجود دنیا کے سیاسی اور معاشی نظام میں کوئی کردار اداء نہیں کر سکتے، حرم میں ہر وقت دس بارہ لاکھ مسلمان طواف کرتے ہیں، سعی کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، اس کے باوجود مسلمان دنیا بھر میں غلامی، ذلت کے عذاب میں مبتلا ہیں، اگر اس عبادت سے حضرت ابراہیم، اسماعیل علیہما السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے نتائج ظاہر نہیں ہوتے تو یہ عمل رسم ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم بہت سارے اعمال کرتے ہیں، جن کا اثر ہماری زندگی میں ظاہر نہیں ہوتا، نمازیں پڑھتے ہیں، زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں، روزے رکھتے ہیں، زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں، حج وعمرہ کیا، کوئی تبدیلی نہیں تو یہ سارے اعمال رسوم ہیں۔اگر ایک دکاندار کی دکان کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو وہ کچھ دنوں کے بعد سوچ وبچار کرتا ہے کہ دکان نفع کیوں نہیں دے رہی۔اگر ایک کاشتکار کی ضروریات پوری نہیں ہوئیں تو وہ سوچے گا کہ اس کام کو کرنے کا فائدہ کیا ہے، یہاں نتائج بالکل ظاہر نہیں ہوتے، پھر بھی ہم سوچنے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ کام غلط ہے ہم تو کر رہے ہیں، نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو یہ بات صحیح نہیں بلکہ اس میں ہمارا قصور ہے، سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ کام صحابہ کرام اور صوفیائے کرام کریں تو نتائج ظاہر ہوں، ہم کریں تو نتیجہ نہ نکلے آخر کیوں؟ وہ تو غلط نہیں ہو سکتے، کیوں کہ صحابہ کرام اور تابعین کے عمل نے تو نتیجہ پیدا کیا، ہمارا عمل نتیجہ پیدا نہیں کرتا تو ہمیں سوچنا ہوگا، دنیا میں لوگ نتائج پیدا کرنے کے لئے عمل کرتے ہیں، ہم نے نتائج کے بجائے محض ثواب کا راستہ اختیار کر لیا کہ چلو جی ثواب تو مل جائے گا، یہ راستہ اپنی طرف سے بنایا ہے، ثواب تو نتائج کی بنیا پر ہوتا ہے، اگر نتیجہ نہیں نکل رہا ہے تو ثواب کس بات کا۔قرآن حکیم نے تو نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت کا لفظ استعمال کیا ہے، کیوں کہ وہ لوگ نماز کا نتیجہ اور مقصد حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ فرشتے ان کی نمازیں پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مارتے ہیں تو کیا عمرہ اور حج منہ پر نہیں مارا جا سکتا۔موجودہ دور میں یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمان معاشرے مغلوبیت کا شکار ہیں، دنیا کی ذلت کا شکار ہیں، حج اور عمرہ کے موقع پر لاکھوں لوگوں کا مجمع جمع ہوتا ہے، لیکن نتائج کچھ بھی پیدا نہیں کرتا تو غلبہ دین کا شعور کہاں سے آئے گا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام پر جانے اور ان کے تعمیر کردہ گھر کا طواف کرنے اور حضور کے بتائے ہوئے اعمال کے کرنے سے تحریک حنیفیت کا شعور پیدا ہونا چاہئے۔تحریک حنیفیت کیا ہے تو درحقیقت یہ تحریک دو چیزوں کا نام ہے، (۱) سچی خدا پرستی یعنی اللہ سے تعلق اور محبت پیدا ہو جائے، اور (۲) انسان دوستی کا جذبہ بیدار ہو جائے، غیر اللہ کا رُعب دل سے نکل جائے۔ بلکہ اپنا رُعب دشمن پر چھا جائے، آج ہمارا رعب ختم ہو گیا بلکہ دشمن کا رعب ہم پر چھایا ہوا ہے، امریکہ کا رعب دنیا پر مسلط ہے، (باقی صفحہ نمبر 6 پر)

رفتارِ کار.....

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

حضرت اقدس رائے پوری کا دورہ بورے والا اور دورۂ تفسیر قرآن حکیم میں شرکت

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ عارف والا اور بورے والا کے احباب کی درخواست پر مؤرخہ 24 جون بروز بدھ کو صبح لاہور سے عارف والا کے لئے روانہ ہوئے، ان کے ہمراہ ناظم اعلیٰ ادارہ مفتی عبدالخالق آزاد بھی تھے۔10 بجے کے قریب عارف والا میں جناب خالد حمید کے گھر پہنچے۔دوپہر کا کھانا اور قیام ان کے مکان پر ہوا۔اس دوران کئی احباب نے آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا، جن میں محترم رانا محمد شفیق اور ماسٹر محمد یوسف زید مجدہم تھے، دوپہر کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی رانا محمد شفیق کے مکان پر تشریف لے گئے، اور وہاں اہل خانہ کے لئے دعا فرمائی، اور پھر جناب ماسٹر محمد یوسف جاوید کے مکان پر تشریف فرما ہوئے، انہوں نے اپنے مکان پر کافی احباب جمع کئے ہوئے تھے، جنہوں نے آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا، ماسٹر صاحب نے چائے و دیگر لوازمات کا خوب انتظام کیا ہوا تھا، عصر کی نماز کے بعد کالج ہال میں نوجوانوں سے دینی موضوع پر گفتگو کا اہتمام تھا، جس میں کافی نوجوانوں نے شرکت کی، جس میں مفتی عبدالخالق آزاد نے ”پاکستان میں عدمِ استحکام کے اسباب اور عصری دینی تقاضے“ کے عنوان پر خطاب فرمایا، آخر میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کی دعاء سے یہ پروگرام مکمل ہوا۔اس کے بعد نمازِ مغرب قصبہ نورارتھ میں جناب حاجی محمود الحسن کے پاس جا کر پڑھی، مجلس ذکر بھی نورارتھ میں ہوئی، جس میں کافی احباب نے شرکت کی، عشاء کی نماز کے بعد حضرت خان محمد یوسف خانؒ (مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) کے پوتے جناب محمد طارق رَتھ کی دعوت ولیمہ میں شرکت کی۔اس موقع پر نورارتھ کے معززین اور تعلق والوں نے حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات کی۔صبح ناشتہ کے بعد بورے والا روانگی ہوئی اور 12 بجے قریباً بورے والا میں حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کے ہاں جامعہ نعمان بن ثابت المعروف جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں تشریف آوری ہوئی، جہاں اگلے روز سے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے زیرِ نگرانی دس روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم شروع ہو رہا تھا، بورے والا میں حضرت اقدس رائے پوری کی آمد کی اطلاع ملتے ہی گردونواح کے احباب خاصی تعداد میں جمع ہوگئے، اگلے روز ملک بھر سے نوجوان دورۂ تفسیر میں شرکت کے لئے تشریف لانے لگے، نمازِ جمعہ سے قبل مفتی عبدالخالق آزاد نے خطاب فرمایا اور نمازِ جمعہ پڑھائی، اور نمازِ جمعہ کے بعد دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا آغاز ہوا، جس میں سب سے پہلے تفسیر قرآن حکیم کے حوالہ سے بنیادی واساسی امور پر مفتی عبدالخالق آزاد نے گفتگو فرمائی، بعد ازاں جناب مولانا مختار حسن نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر بیان کر کے دورۂ تفسیر کا آغاز کیا، اس دوران مفتیانِ کرام نے مسلسل دس روز تک قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین اور مطالب کی تفسیر پڑھائی، اور دیگر علماء اور دانشور حضرات نے دینی موضوعات پر گفتگو فرمائی۔25 جون سے 30 جون تک حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا قیام بورے والا میں رہا، اس دوران روزانہ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر کا اہتمام ہوتا رہا، جس میں گردونواح کے اہلِ تعلق اور خانقاہ کے متوسلین اور دور دراز سے دورۂ تفسیر قرآن حکیم میں شرکت کے لئے آئے ہوئے نوجوان شریک ہوتے رہے، حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ ناسازئ طبیعت اور گرمی کی شدت کے سبب 30 جون کو واپس لاہور تشریف لے آئے، جب کہ ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ دورۂ تفسیر کی وجہ سے 5 جولائی تک بورے والا میں ہی قیام پذیر رہے۔

قرآنی شعورِ انقلاب اور شعور وآگہی ازافادات: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
”رحیمیہ مطبوعات“ کی جانب سے خوبصورت طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں۔شائقین ”رحیمیہ بک شاپ“ 33/A کوئنز روڈ لاہور سے حاصل کر سکتے ہیں۔

(بقیہ درسِ حدیث)

ج: وَقِيَامُ لَيۡلِةٍ تَطَوُّعاً. (اس مہینہ کی راتوں میں اللہ کے حضور قیام کو نفل عبادت مقرر کیا ہے)

د: مَنۡ تَقَرَّبَ فِيۡهِ بِخَصۡلَةٍ مِنۡ الۡخَيۡرِ كَانَ كَمَنۡ اَدّٰى فَرِيۡضَةً فِيۡمَا سَوَاهُ. (اس ماہ میں کوئی شخص نفلی بھلائی کا کام کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرے تو اسے رمضان کے علاوہ باقی مہینوں میں فرض ادا کرنے سے ایسا قرب حاصل ہوتا ہے۔

ہ: وَمَنۡ اَدّٰى فَرِيۡضَةً فِيۡهِ كَمَنۡ اَدّٰى سَبۡعِيۡنَ فَرِيۡضَةً فِيۡمَا سَوَاهُ. (اور جو شخص اس ماہ میں فرض ادا کرتا ہے، وہ ایسا ہے کہ جو دیگر مہینوں میں ستر فرض ادا کرتا ہے)

اس موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے ماہِ رمضان المبارک کے دن، رات کی تاثیرات بیان فرمائیں کہ اس ماہِ مبارک میں ایک ایسی رات ''لیلۃ القدر'' آتی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بقول: ''عالم ملکوت سے ایک دروازہ دنیا میں کھل جاتا ہے، جس سے تجلیات وبرکاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے''۔ رمضان المبارک کے ایام میں روزہ فرض قرار دیا گیا اور راتوں کو بارگاہِ خداوندی میں قیام کرنے کی ترغیب دی گئی، اس لئے کہ رمضان المبارک کے دن اور رات نفس انسانی کی تربیت میں بڑا بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس ماہِ مبارک کی خصوصیت یہی ہے کہ اس ماہ میں تربیت انسانی اور اجر کے حصول میں نفلی کام ایسا کردار ادا کراتا ہے جو دیگر مہینوں میں فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس ماہ میں فرض کام دیگر مہینوں کے ستر فرائض کے سرانجام دینے کے برابر ہوتا ہے۔

(۴) صبر و استقامت کا مہینہ: ماہِ رمضان المبارک کے حوالہ سے آپ ﷺ نے چوتھی خصوصیت یہ بیان فرمائی: وَهُوَ شَهۡرُ الصَّبۡرِ، وَالصَّبۡرُ ثَوَابُهُ الۡجَنَّةُ. ''یہ صبر واستقامت پیدا کرنے کا مہینہ ہے، اور صبر واستقامت کا نتیجہ جنت ہے''۔ اس ماہِ مبارک میں روزے کی مشقتیں اور رات کو اُٹھنے کے مجاہدے کی وجہ سے ایمان ویقین پر پختگی اور دین اسلام کی تعلیمات پر یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اواس راستے میں جانی اور مالی حوالہ سے جدوجہد کرنے سے اپنے نظریہ پر جماؤ اور صبر و استقامت پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ اور اجر جنت کی صورت میں ملے گا۔

(۵) ہمدردی اور خیر خواہی کا مہینہ: اس ماہِ مبارک کی پانچویں خصوصیت نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی: وَشَهۡرُ الۡمُوَاسَاةِ۔ ''یہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا مہینہ ہے''۔ اس مہینہ میں جہاں تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، وہاں انسانیت کے لئے خیرخواہی اور ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آدمی پورا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اسے بھوک اور پیاس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اس وجہ سے معاشرے میں پسماندہ اور پسے ہوئے طبقات کے مسائل حل کرنے کے لئے فکرمند ہوتا ہے، اور خیرخواہی کے جذبے سے ان کی ضروریات پورا کرنے میں تگ ودو کرتا ہے۔ گویا انسانی زندگی کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کے لئے جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔

(۶) رزق میں اضافہ کا مہینہ: اس ماہِ مبارک کی چھٹی خصوصیت نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی: شَهۡرٌ يُزَادُ فِيۡهِ رِزۡقُ الۡمُؤۡمِنِ..الخ ''یہ ایسا مہینہ ہے، کہ جس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو آدمی اس ماہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو گناہوں سے اس کی مغفرت ہوتی ہے اور جہنم سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر دیا جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کمی کی جائے''۔ یعنی اس ماہِ مبارک میں جب ایک مؤمن صدقِ دل کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتا ہے اور دیگر عبادات میں مشغول ہوتا ہے اور انسانیت کے ساتھ خیرخواہی کا سلوک کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے روزہ داروں کے روزہ کو افطار کرانے اور اجتماعی مفاد کو سامنے رکھنے سے رزق میں فراوانی پیدا ہوتی ہے۔

(۷) رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ: اس ماہِ مبارک کی ساتویں خصوصیت نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی: وَهُوَ شَهۡرٌ اَوَّلُهُ رَحۡمَةٌ، وَاَوۡسَطُهُ مَغۡفِرَةٌ، وَآخِرُهُ عِتۡقٌ مِّنَ النَّارِ..الخ ''اس ماہِ مبارک کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے، درمیانی عشرہ مغفرت ہے، اور آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس ماہ میں اپنے غلام وخادم پر کام کے بوجھ کو ہلکا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا''۔ درحقیقت رمضان المبارک کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانے والے بھی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اس لئے اللہ رب العزت نے اس ماہ کو تین حصوں میں منقسم کر دیا، پہلا طبقہ ان افراد کا ہے جو نیک ہیں، ہمیشہ صلاح وتقویٰ کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے، تو اسی وقت توبہ واستغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں، اللہ کے ایسے نیک اور برگزیدہ بندوں پر تو شروع مہینے بلکہ اس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ دوسرا طبقہ ان افراد کا ہے جو پہلے لوگوں کی طرح بہت متقی اور پرہیزگار تو نہیں ہوتے، لیکن بہت ہی گئے گزرے بھی نہیں، بلکہ درمیانی درجہ کے لوگ ہیں، ایسے بندے جب رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں اور دوسرے اعمالِ خیر اور توبہ استغفار کے ذریعہ اپنے حالات کو بہتر اور اپنے آپ کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں، تو درمیانے حصے میں ان کی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے، جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں، اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے، وہ اپنی بداعمالیوں سے گویا جہنم کے پورے طور پر مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانے حصہ میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھ کر اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں اللہ رب العزت ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، گویا رمضان کے فائدے اُمت کے ہر طبقہ کے لئے ہو گئے۔ اور اب کوئی بدنصیب شخص ہی ایسا ہو گا جو رمضان کا مہینہ پائے اور اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرا لے اور اللہ رب العزت کا مقرب بندہ نہ بن جائے۔

رمضان میں چار باتوں کا اہتمام کرو!: ایک بات نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمائی کہ: اِسۡتَكۡثِرُوۡا فِيۡهِ مِنۡ اَرۡبَعِ خِصَالٍ..الخ ترجمہ: ''اس ماہِ مبارک میں چار باتوں کو بڑی کثرت سے کرو کہ وہ تمہاری عادت اور خلق بن جائے۔ جن میں دو اللہ کی رضا کے لئے ہیں، اور دو تمہارے اپنے فائدہ کے لئے ہیں، جنہیں کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے:

(۱) کلمہ طیبہ کا ذکر کرو!۔ (۲) توبہ واستغفار کی کثرت کرو!۔

(۳) اللہ سے جنت کا سوال کرو!۔ (۴) جہنم سے پناہ مانگو!۔

(رواہ ابن خزیمة فی صحیحه و البیهقی فی شعب الایمان و مشکوٰة، ج ۱، ص ۱۷۳)

(**بقیہ خطبہ جمعۃ المبارک**) بیت اللہ کے طواف اور سعی کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ابراہیم علیہ السلام نے کئے ہیں، میں وہی کام کروں گا۔ اب اگر غیر اللہ کا رعب نکل گیا تو دشمن پر رعب پڑے گا، اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ دین کے مکمل نظام کا قیام اور اقتصادی طاقت کی اساس پر اپنی سیاسی طاقت کو منظّم کرنا اور سیاسی بنیادوں پر جماعت کی تشکیل اور اس کی تربیت کرنے سے اور معاشی اعتبار سے اپنے آپ کو ترقی دینے سے رعب پیدا ہوگا۔ اگر حج اور عمرہ کے بعد حاجی صاحب کم تولتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، فراڈ کرتے ہیں، کوئی نظریہ نہیں، کوئی مقصد سامنے نہیں، تو وہ حاجی صاحب کیا ہوئے وہ تو پاجی صاحب ہوئے۔ اس لئے آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ایک عزم اور ارادہ قائم کریں کہ اگر بیت اللہ میں نہیں بھی جا سکے تو دن رات میں پانچ دفعہ نماز پڑھتے ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اس سے تعلق کا اظہار کرنا ضروری ہے تاکہ ہماری زندگی میں تبدیلی پیدا ہو۔ مسلمان جماعت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ میدانِ عمل میں آ کر غلبۂ دین کے لئے جدوجہد کرے، اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کرے، اپنے آپ کو منظّم کرے، ان اقدار کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے، جس کی بنیاد پر معاشرے ترقی کرتے ہیں، انسانیت کامیاب ہوتی ہے۔ اللہ سے دعاء ہے کہ ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی عطاء فرمائے۔ آمین

روحانی تربیتی **اجتماع** رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ، 2009ء

زیر نگرانی: حضرت اقدس، مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور۔ بمقام: ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)، لاہور

رحمتوں اور برکتوں والا ماہ رمضان المبارک شروع ہونے کو ہے، ہمیشہ سے اکابر اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اس ماہ مبارک میں پوری یکسوئی اور توجہ الی اللہ کے لئے کسی ایک ہی جگہ قیام فرما ہوتے ہیں۔ یہ حضرات مشائخ رمضان المبارک کے قیمتی اوقات میں تربیت، ذکر و فکر، تزکیۂ عمل اور تصفیۂ باطن کے حوالہ سے نہایت اہتمام کرتے ہیں اور اس کو صفائے باطن کے لئے اکسیر سمجھتے ہیں۔ اس حوالہ سے مشائخ رائے پور اور ان سے تعلق رکھنے والے احباب کا بھی گزشتہ تقریباً ایک صدی سے معمول چلا آرہا ہے کہ وہ اس ماہ مبارک میں انابت الی اللہ اور سالکین و طالبین کی تربیت کے لئے کسی ایک جگہ قیام فرما ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق موجودہ شیخ رائے پور (جانشین حضرت رائے پوری ثالثؒ) حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدفیوضہم اس سال پورا ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں قیام فرما ہوں گے۔ تمام احباب سے گزارش ہے کہ اپنی اخلاقی اور روحانی ترقی کی فکر کریں۔ اور اس ماہ مبارک میں اپنی دیگر مصروفیات ملتوی فرما کر شیخ رائے پور حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں کچھ وقت لگائیں۔

معمولاتِ ماہِ رمضان المبارک

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں رمضان گزارنے والے احباب کے معمولات عام طور پر درج ذیل ہوتے ہیں:

☆ نوافل، ذکر و اذکار و تلاوتِ قرآن حکیم: علی الصبح تقریباً 3 بجے تمام احباب بیدار ہو جاتے ہیں، نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں اور ذکر وغیرہ دیگر معمولات پورے کرتے ہیں۔ اس کے بعد سحری کا اہتمام کیا جاتا ہے، جو حضرات کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں وہ نوافل یا تلاوتِ قرآن حکیم میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس دوران دو حفاظِ کرام حضرت اقدس مدظلہ العالی کو نوافل میں قرآن حکیم سناتے ہیں۔

☆ درسِ حدیث: نمازِ فجر کے بعد حدیث نبوی ﷺ کا درس ہوتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی انسانیت نواز تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے بہت سے پہلوؤں کو واضح کیا جاتا ہے۔

☆ دورۂ تفسیر قرآن حکیم: تقریباً صبح 9 بجے تمام احباب بیدار ہو جاتے ہیں اور نمازِ چاشت کے بعد دورۂ تفسیر قرآن حکیم ہوتا ہے، جس میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کا بیان ہوتا ہے۔ دورانِ درس ممتاز صوفیاءِ کرام اور محققین علمائے ربانیین کے بیان فرمودہ تفسیری نکات و اشارات بیان کئے جاتے ہیں۔

☆ درسِ ''حجۃ اللہ البالغۃ'': اسی دوران علمائے کرام اور اساتذہ و محاضرین کے لئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی علوم و معارف پر مشتمل کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کا درس ہوتا ہے۔

☆ مسائل دینیہ کا بیان: نمازِ ظہر کے بعد دین کے ضروری احکام و مسائل اور ان کے آداب و فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ اور دینی حوالہ سے عملی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد احباب اپنے معمولات اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

☆ دینی موضوع پر لیکچر: اس کے بعد کسی اہم دینی موضوع پر لیکچر ہوتا ہے۔ اور حالاتِ حاضرہ کے حوالہ سے نوجوانوں کو دینی ذمہ داریوں اور عملی جدوجہد کے شعوری تقاضوں سے آگاہی دی جاتی ہے۔

☆ ''مجلس ذکر و دعاء'': نمازِ عصر کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کی معیت میں مجلس ذکر ہوتی ہے، ذکر کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی تمام احباب و متعلقین کے لئے خصوصی دعاء فرماتے ہیں۔

☆ معمولات بعد مغرب: نمازِ مغرب کے بعد احباب سنن و نوافل ادا کرتے ہیں، پھر کھانا ہوتا ہے، اسی دوران دو حفاظِ کرام اوابین میں حضرت اقدس مدظلہ العالی کو قرآن حکیم سناتے ہیں۔ (باقی اگلے کالم پر)

نمازِ تراویح کے مسائل

(۱) رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی بیس رکعات دو دو رکعت کر کے پڑھنا مرد و عورت سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

(۲) تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ بہتر ہے کہ وتر تراویح کے بعد پڑھے جائیں، لیکن اگر وتر کے بعد تراویح پڑھیں تو بھی شرعاً درست ہے۔

(۳) تراویح کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے، اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہو تو تمام اہلِ محلّہ گناہ گار ہوں گے۔

(۴) تراویح کی بیس رکعات، دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں اور ان میں ہر ترویحہ (چار رکعت) اور وتر کے درمیان کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے۔

(۵) ترویحہ کے درمیان کوئی خاص عبادت متعین نہیں، بلکہ اختیار ہے، خواہ ذکر اذکار کریں، تلاوت کریں اور بعض فقہاء کے نزدیک درج ذیل دعا پڑھنا منقول ہے، لہٰذا جس کا جو جی چاہے پڑھ سکتا ہے: سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ. اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ، یَامُجِیْرُ یَامُجِیْرُ یَامُجِیْرُ.

(۶) رمضان میں تراویح کے ساتھ وتر کی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے۔

(۷) نمازِ تراویح میں قرآن پاک سننا اور سنانا سنت ہے۔

(۸) نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانے کی اُجرت لینا حرام ہے۔

(۹) اگر اُجرت کے بغیر قرآن سنانے والا نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے ہی تراویح پڑھ لینا چاہئے۔

(۱۰) تراویح کی مکمل نماز چھوٹ جائے اور اس کا وقت نکل جائے تو اس کی قضا نہیں ہے۔ اگر پڑھے تو نفل شمار ہوگی۔

(۱۱) اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ عشاء کی نماز ہو چکی تو اُسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے، پھر تراویح میں شریک ہو۔

(۱۲) تراویح کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا تو وتر کے بعد ادا کر لے۔

(۱۳) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت مؤکدہ ہے۔ اگر قرآن مجید چند دنوں میں ختم کر لیا تو بقیہ دنوں میں بھی تراویح پڑھے۔

☆ پارۂ قرآن کا تفسیری خلاصہ: نمازِ عشاء اور نمازِ تراویح کے بعد پڑھے ہوئے پارے کے مضامین کا تفسیری خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں قرآن حکیم کی سورتوں کے موضوعات اور قرآنی مضامین کے اُن بنیادی نکات کی نشاندہی کی جاتی ہے، جو انسانی معاشرہ کی سیاسی، معاشی، عمرانی اور نظریاتی حوالہ سے درست تشکیل کے لئے قرآن حکیم نے بیان کئے ہیں۔

☆ ملفوظاتِ مشائخ کا بیان: اس کے بعد حضرت پیرانِ پیر قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ کی مجالس ''فیوضِ یزدانی''، یا حضرت گنگوہیؒ کی کتاب ''امداد السلوک'' یا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی مجالس پر مبنی کتاب ''ارشادات'' پڑھی جاتی ہے۔ آخر میں احباب حضرت اقدس مدظلہ العالی کی صحبت سے مستفید ہوتے ہیں، اور پھر دعا سے اس مجلس کا اختتام ہوتا ہے۔ تقریباً 11 بجے احباب آرام فرماتے ہیں۔

احکام و مسائل رمضان المبارک

از حضرت مفتی عبدالخالق آزاد

(۱) ہر مسلمان مرد و عورت، عاقل، بالغ پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔

(۲) شریعت میں روزے کا مطلب ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانا، پینا اور جماع کرنا، چھوڑ دیا جائے۔

(۳) رمضان المبارک میں کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ چھوٹ جائے تو رمضان کے بعد اس کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

(۴) حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اس کی قضاء ضروری ہے۔

(۵) حالتِ سفر میں اگر روزہ سے کوئی تکلیف نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اگر روزہ نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ رمضان شریف کی فضیلت سے محرومی ہے۔

(۶) بغیر کسی وجہ کے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں اور بڑا گناہ ہے، یہ نہ سمجھ کہ اس کی قضاء بعد میں ہو جائے گی، کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے اگر سال بھر روزے رکھے جائیں، تب بھی رمضان کے ایک روزہ کے اجر کے برابر نہ ہوگا۔

(۷) اگر روزہ دار کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھا اور روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے تکلیف نہیں ہے تو اس کو یاد دلانا واجب ہے۔

(۸) اگر کسی نے کسی وجہ سے روزہ نہ رکھا تو احترامِ رمضان کا تقاضا ہے کہ لوگوں کے سامنے کچھ کھائے پیئے نہیں۔

(۹) رمضان المبارک کے روزہ میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے، اور سحری کے وقت "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۰) اگر رات سے رمضان المبارک کے روزے کی نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

(۱۱) اگر کچھ کھایا، پیا نہ ہو تو دن کو 11,10 بجے (روزہ کے کل وقت کے نصف اول) تک نیت کر لینا درست ہے۔

(۱۲) اگر رمضان المبارک کے مہینہ میں نفل، قضاء یا نذر کے روزہ کی نیت کی تب بھی رمضان کا روزہ ادا ہوگا۔

(۱۳) سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم از کم دو تین کھجوریں ہی کھا لے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھا لے، کچھ نہ سہی تو پانی ہی پی لے۔

(۱۴) سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے۔ لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح صادق ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پیدا ہو جائے۔

(۱۵) جب سورج ٹھیک غروب ہو جائے تو فوراً روزہ کھولنا مسنون ہے، دیر کر کے کھولنا مکروہ ہے۔

(۱۶) جب تک سورج کے غروب ہونے میں شبہ رہے، تب تک افطار کرنا جائز نہیں، سورج غروب ہونے کا تعلق مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ جب کہ آج کل ایسا نہیں کیا جاتا، خاص طور پر بڑے شہروں میں کہ آسمان صاف نہیں ہوتا۔ بلکہ دائمی جنتریوں کو سامنے رکھتے ہوئے گھڑیوں سے اوقات دیکھ کر روزہ افطار کیا جاتا ہے۔ اس لئے فلکیاتی حساب سے دائمی جنتریوں میں مطبوعہ اوقات میں دو سے پانچ منٹ کی احتیاط کر کے روزہ افطار کرنا چاہیے۔

(۱۷) کھجور یا چھوہارے سے افطار کرنا مستحب ہے، لیکن اگر کسی دوسری چیز سے افطار کیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱۸) افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ، اگر کسی کو یہ دعا یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں روزہ افطار کرنے پر خدا کا شکر بجا لائے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

درج ذیل تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ مکروہ ہوتا ہے:

(۱۹) اگر بھول کر کھا لے یا پی لے یا جماع کر لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۲۰) اپنے آپ قے ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے قے تھوڑی ہو یا زیادہ۔

(۲۱) سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا، یا حلق میں از خود دھواں یا گرد وغبار وغیرہ کا چلا جانا۔

(۲۲) دانتوں میں گوشت وغیرہ کا ریشہ جو چنے سے کم ہے اس کو باہر نکالے بغیر نگلنا۔

(۲۳) لعاب نگلنا، زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا۔

(۲۴) روزے میں تازہ یا خشک مسواک کرنا، اگر چہ نیم کے درخت کی ہو۔

(۲۵) گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا، خواہ کئی بار ہی کیوں نہ ہو، روزہ کی حالت میں جائز ہے۔

جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے

درج ذیل تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء واجب ہو جاتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا:

(۲۶) کلی کرتے وقت بلا ارادہ حلق میں پانی اُتر جانا۔

(۲۷) خود بخود قے آئی اور جان بوجھ کر حلق میں لوٹا لی۔

(۲۸) اپنے اختیار سے منہ بھر کر قے کر ڈالی۔

(۲۹) کاغذ کا ٹکڑا، گٹھلی، مٹی، پتھر، کنکر اپنے ارادہ سے نگل لیا۔

(۳۰) دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز کو زبان سے نکال کر نگل لینا جب کہ وہ چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

(۳۱) کان میں تیل ڈال لینا۔

(۳۲) ناک میں ناس لینا۔

(۳۳) سگریٹ یا حقہ پینا۔

(۳۴) دانتوں سے نکلے ہوئے خون کو نگل لینا جب کہ خون تھوک پر غالب ہو۔

(۳۵) بھولے سے کچھ کھا پی لیا اور یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا، پھر جان بوجھ کر کھا یا پی لینا۔

(۳۶) یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی، سحری کھا لی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی۔

(۳۷) بادل یا غبار کی وجہ سے یہ سمجھ کہ آفتاب غروب ہو گیا، روزہ افطار کر لیا حالانکہ ابھی دن باقی تھا۔

(۳۸) رمضان المبارک کے علاوہ دنوں میں کوئی روزہ رکھا اور وہ جان بوجھ کر توڑ ڈالا۔

جن صورتوں میں کفارہ واجب ہوتا ہے

(۳۹) رمضان المبارک کا روزہ جان بوجھ کر توڑنے سے کفارہ لازم آ جاتا ہے۔

(۴۰) فصد کھلوائی، سرمہ لگایا اور پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا، جان بوجھ کر کھا پی لیا۔

(۴۱) اگر رمضان المبارک کا روزہ توڑ دیا تو اس کا کفارہ دو مہینے لگاتار روزے رکھنا ہے۔

(۴۲) اگر لگاتار ساٹھ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلائے یا ایک روزہ کے بدلہ صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت ادا کرے۔

(۴۳) اگر ایک ہی رمضان کے دو تین روزے توڑ ڈالے تو بھی ایک ہی کفارہ کافی ہو جائے گا۔

(۴۴) جس کو اتنا بڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی، یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھا ہونے کی اُمید نہیں رہی، اور نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا (1700 گرام) غلہ یا اس کی قیمت بطور فدیہ ادا کرے۔